© rasailojaraid.com

فرقہ اباضیہ اور اس کے معتقدات

حافظ طاہر اسلام عسکری

خوارج کا شمار قدیم ترین فرقوں میں ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ فرقہ شاید معدوم ہو چکا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خارجیوں کا ایک اہم گروہ جو اباضیہ کے نام سے معروف ہے' آج تک موجود ہے۔ زیر نظر تحریر میں اس کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ان کے عقائد و نظریات سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ یہ مضمون ''الموسوعة الميّسرة فی الاديان والمذاهب والاحزاب المعاصرة'' (جلد اوّل) سے لیا گیا ہے۔ دیگر مراجع سے استفادہ کرتے ہوئے بعض زائد معلومات حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ (ط۔ ا)

خوارج کے متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ اباضیہ ہے' جو اپنے بانی عبداللہ بن اباض التمیمی کی جانب منسوب ہے۔[1] اس فرقے کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ وہ خارجیوں میں شامل نہیں ہیں' اسی لیے وہ اس نسبت کی نفی کرتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ غالی خارجیوں میں تو شمار نہیں ہوتے' مثلاً ''ازارقہ'' وغیرہ جو خارجیوں کا ایک غلو پسند گروہ ہے' لیکن یہ لوگ کئی معاملات میں خوارج سے متفق ہیں۔ خود عبداللہ بن اباض اپنے آپ کو خارجیوں کے المحکّمة الاولیٰ[2] ہی کا تسلسل قرار دیتا تھا۔ یہ خوارج کی طرح تعطیلِ صفات' قرآن کریم کے مخلوق ہونے اور ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کے قائل ہیں۔

---

(۱) واضح رہے کہ پہلے پہل اباضی اس نسبت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ان کے مطابق اصلاً ان کا مذہب جابر بن زید سے منسوب ہے۔ یہ اپنے آپ کو جماعة المسلمين' اهل الدّعوة یا اهل الاستقامة کے ناموں سے موسوم کرتے رہے ہیں۔ 'اباضیہ' کا عنوان انہوں نے تیسری صدی ہجری کے بعد تسلیم کیا جب وہ مشہور و معروف ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ شہرت کے سلسلے میں اباضی مفکرین کا کہنا ہے کہ بعض سیاسی اور کلامی مباحث میں عبداللہ بن اباض کی آراء بہت مشہور ہو گئی تھیں' چنانچہ اُموی اور عباسی حکمرانوں نے ان آراء کے حاملین کو عبداللہ بن اباض کی طرف منسوب کر دیا۔ بعد ازاں مذہب کی نسبت بھی اس کے حوالے سے معروف ہو گئی۔ [اجوبة ابن خلفون' ص۹' حاشیہ ۱]

(۲) المحکّمة الاولیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مسئلۂ تحکیم کی بنا پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف اعلانِ بغاوت (خروج) کیا تھا۔ [الملل والنحل' اردو' ص ۱۷۶]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

☆تأسیس اور نمایاں شخصیات

● عبداللہ بن اباض: اس فرقے کا مؤسس اوّل عبداللہ بن اباض ہے جو بنی مرۃ بن عبید بن تمیم سے تعلق رکھتا ہے۔ قبیلہ تمیم بصرہ میں سکونت پذیر تھا۔ حضرت احنف بن قیسؒ بھی اسی قبیلے میں سے تھے۔ ابن اباض نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے۔ اس کی ولادت ۴۰ھ سے ۶۰ھ کے درمیان اور وفات عہدِ عبدالملک بن مروان کے آخری ایام [۸۶ھ] میں ہوئی۔(۳)

● جابر بن زید: اباضیوں کے مطابق ان کی ایک نمایاں ترین شخصیت جابر بن زیدؒ (۲۲۔۹۳ھ) ہیں۔ انہیں ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے جو بالکل ابتدائی زمانہ ہی میں تدوین حدیث کے کام میں مشغول ہو گئے تھے۔ سیدنا ابن عباس، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ کرام سے علم حاصل کیا۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ خود جابر نے ان خارجیوں سے اظہارِ براءت کیا ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۸)(۴)

---

(۳) عبداللہ بن اباض کے بارے میں کتب تاریخ و تراجم سے کچھ زیادہ تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ علامہ شہرستانیؒ کے بقول اس نے اُموی خلیفہ مروان بن محمد کے دورِ حکومت میں بغاوت کی تھی۔ مروان نے اس کے مقابلے کے لیے عبداللہ بن محمد بن عطیہ کو روانہ کیا۔ چنانچہ دونوں میں تبالہ کے مقام پر جنگ ہوئی، جو یمن کے علاقے صنعا کے راستے میں واقع ہے۔ [الملل والنحل اردو، مترجم پروفیسر علی محسن صدیقی، ص ۲۰۰) اباضی مصنف ڈاکٹر عوض خلیفات کے مطابق اباضیہ اس امر پر متفق ہیں کہ عبداللہ بن اباض ان کا مؤسس حقیقی نہیں اگرچہ وہ علم و تقویٰ میں نمایاں اور ممتاز اباضی علماء میں شامل ہے۔ [نشأۃ الحرکۃ الاباضیۃ، عوض خلیفات، ص ۸۳]

(۴) اباضی بڑے شدومد سے اپنے آپ کو ابوالشعثاء جابر بن زیدؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ موصوف کے تعارف اور اباضی دعوے کی حقیقت پر قدرے مفصل کلام کیا جائے۔ امام جابر بن زیدؒ **الازدی الیحمدی الجوفی** کا تعلق عمان سے تھا۔ بعد ازاں آپؒ بصرہ میں اقامت گزین رہے۔ اسی بناء پر آپ کو العمانی البصری بھی کہا جاتا ہے۔ آپؒ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے نمایاں اور ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت حدیث کا شرف بھی حاصل ہے۔ [الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم: ۴۹/۱] سیدنا ابن عمرؓ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: **انک من فقہاء اھل البصرۃ** [الحلیۃ: ۸۳/۳] صحابی جلیل سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے زیادہ بن جبیرؒ نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے مسئلے کا جواب دے کر فرمایا تم ہم سے کیسے سوال کرتے ہو جبکہ تمہارے مابین جابر ابوالشعثاء جیسا عالم موجود ہے۔ [ایضاً ۸۶/۳] یہ تو صحابہ کرامؓ کے ریمارکس تھے۔ دیگر علمائے سلف نے بھی حضرت جابر بن زیدؒ کی تعدیل و توثیق فرمائی ہے، جن میں امام محمد بن سیرین، ایاس بن معاویہ البصری، عمرو بن دینار، یحییٰ بن معین، العجلی، ابوزرعہ اور ابوحاتم الرازی رحمہم اللہ جیسے اساطین علم شامل ہیں۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: کان من ◀◀

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● **ابو عبیدۃ مسلمہ بن ابی کریمۃ :** ابو عبیدۃ' جابر بن زید کے مشہور ترین تلامذہ میں سے ہے۔ جابر کے بعد یہی اباضی فرقے کا مرجع قرار پایا تھا۔ یہ قفاف کے لقب سے مشہور تھا۔ اس نے بعہدِ ابو جعفر منصور (۱۵۸ھ) وفات پائی۔

◀◀ **اعلم الناس بکتاب اللہ ...... وکان فقیھا** [الثقات: ۱۵۱/٦] علامہ ذہبی لکھتے ہیں: **کان عالم اھل البصرۃ فی زمانہ یعد مع الحسن وابن سیرین** [تذکرۃ الحفاظ: ۷۲/۱' سیر اعلام النبلاء: ۱۸۴/٤] حافظ ابن حجر عسقلانیؒ رقم طراز ہیں کہ **ھو ثقۃ فقیہ** [تقریب التہذیب ' ج ۱۲۲/۱] امام جابر بن زیدؒ کے بارے میں اصحابِ رسولؐ اور دیگر اہل علم کے مندرجہ ذیل اقوال سے یہ حقیقت بے غبار ہو کر سامنے آتی ہے کہ موصوف کا اباضی خارجیوں سے کوئی تعلق نہ تھا' ورنہ علمائے سلف ان کی مدح وثنا نہ فرماتے۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود ابو الشعثاء نے اباضیہ سے اپنے تعلق کی صراحتاً نفی فرمائی ہے۔ عزرہ بن ثابت الانصاریؒ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن زیدؒ سے سوال کیا کہ اباضیوں کے بقول آپ انہی کے ہم خیال ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں بارگاہِ ایزدی میں ان سے اظہارِ براءت کرتا ہوں۔ [طبقات ابن سعد: ۱۸۱/۷] ثابت سے مروی ہے کہ امام حسنؒ نے جابرؒ سے کہا: اباضیہ آپ سے نسبت کے مدعی ہیں تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ نیز اہل نہروان سے بھی بے زاری اور لاتعلقی کا اعلان کیا۔ [ایضاً: ۱۸۲/۷] امام ابن سیرینؒ نے بھی موصوف کو اباضی افکار سے بری قرار دیا ہے۔ (ایضاً) اباضی مصنف یحییٰ بن محمد بکوش نے اپنی کتاب "فقہ الامام جابر بن زید (ص ۲٦ تا ۲۹) میں امام جابرؒ کو اباضی ثابت کرنے کی سعی کی ہے اور اس کے لیے بطور خاص دو دلیلوں پر زور دیا ہے۔ پہلی یہ کہ علامہ شہرستانیؒ نے اپنی کتاب الملل والنحل میں امام موصوف کو خارجی اباضی علماء میں شمار کیا ہے۔ دوسری یہ کہ علامہ ابن حجرؒ نے یحییٰ بن معینؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جابرؒ اباضی تھے۔ اس سلسلے میں چند نکات قابل توجہ ہیں:

اوّلاً: تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے ابن معینؒ کے اس قول کو علامہ الساجیؒ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن بے سند ہونے کی بنا پر یہ محتاجِ ثبوت ہے تاکہ اس کی صحت وضعف کا تعین کیا جا سکے' کیونکہ اس کے معارض اقوال بھی موجود ہیں' جیسا کہ اوپر بیان ہوئے۔

ثانیاً: بالفرض اس کی نسبت یحییٰ بن معین سے درست ثابت ہو جائے تو بھی یہ لائق التفات نہیں' کیونکہ: (۱) یحییٰ بن معین اور جابر بن زیدؒ کے مابین طویل زمانی فاصلہ حائل ہے۔ اس لیے کہ جابرؒ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی جبکہ یحییٰ بن معین کا انتقال ۲۳۳ھ میں بعمر ۷۷ برس ہوا۔ (۲) امام جابر بن زیدؒ نے خود اس اتہام کی نفی فرمائی ہے جو بسند صحیح ثابت ہے' جیسا کہ مذکور ہوا۔ (۳) امام جابر کے معاصر ابن سیرینؒ نے بھی اس نسبت کا انکار کیا ہے جو کہ یحییٰ بن معینؒ کے قول پر فوقیت رکھتا ہے۔ (۴) علامہ ابن حجرؒ کے طرزِ عمل سے بھی یحییٰ بن معینؒ کے قولِ مذکور کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے' کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے اس کے برعکس اقوال نقل کیے ہیں۔

ثالثاً: جہاں تک شہرستانی کا تعلق ہے تو انہوں نے اگرچہ عمومی طور پر جابر کا تذکرہ خوارج کے ذیل میں کیا ◀◀

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● الربیع بن حبیب الفراہیدی: یہ دوسری صدی ہجری کے وسط کا اباضی امام ہے۔ فرقہ اباضیہ کے پیروکار اس کی طرف ایک مسند منسوب کرتے ہیں جو کہ مسند الربیع بن حبیب کے نام سے معروف ہے۔ یہ شائع ہو چکی ہے اور عام و خاص میں متداول ہے۔(۵)

◄◄ ہے لیکن نہ تو انہیں خارجی علماء میں شمار کیا ہے اور نہ ہی ان کے اباضی ہونے کی تصریح فرمائی ہے' جیسا کہ عبداللہ بن یزید' محمد بن حرب اور یحییٰ بن کامل کو صراحت سے اباضی قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس قول کی صحت پر زیادہ اصرار نہیں۔

رابعاً: یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ التھذیب اور الملل والنحل میں مختلف اقوال و آراء کو جمع کیا گیا ہے' ان کی قطعیت ثابت نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں موجود کئی اقوال پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ ان میں لازماً درست معلومات ہی درج ہوں گی۔ اباضیہ سے تعلق کی نفی سے متعلق جابر بن زیدؒ اور دیگر علمائے سلف کے اقوال کی توجیہہ کرتے ہوئے یحییٰ بکوش نے لکھا ہے کہ جابر نے ایسا از راہِ تقیہ کہا ہوگا یا یہ سنی راویوں کی وضع کردہ روایات ہیں۔ لیکن جابر بن زیدؒ جیسے زاہد و عابد اور عالم و فقیہہ سے تقیہ کے نام پر جھوٹ اور کذب بیانی کا صدور بعید از عقل نظر آتا ہے۔ رہا روایات گھڑنے کا الزام تو یہ بلا دلیل ہے جس کی دنیائے علم میں کوئی وقعت نہیں۔ جابر سے اباضیوں کی نسبت کی ایک توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ جابر کا تعلق عمان سے ہے جو کہ اباضیوں کا قدیم ترین اور اولین مرکز ہے۔ گویا یہ نسبت علاقائی ہے نہ کہ اعتقادی۔

(۵) اباضیوں کے مطابق الربیع بن حبیب ایک عظیم محدث اور اباضی فرقے کا ایک نمایاں ترین لیڈر تھا۔ یہ ابوعبیدہ مسلمہ بن ابی کریمہ کا شاگرد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے امام جابر بن زیدؒ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اباضی مفکرین اس کی المسند (جسے الجامع الصحیح کا نام بھی دیا گیا ہے) کو قرآن شریف کے بعد صحیح ترین کتاب حدیث کا درجہ دیتے ہیں۔ فرقہ اباضیہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ولادت ۷۵ھ سے ۸۰ھ کے درمیان اور وفات ۱۷۱ھ سے ۱۸۰ھ کے مابین ہوئی۔ یہ عمان میں مدفون ہے۔ اباضیوں کی نگاہ میں اس کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اس کا استاد ابوعبیدہ حالت مرض میں تھا تو اسے حج میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اسی طرح جب اباضی حاکم عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن اسلم کا ایک گروہ سے تنازعہ ہوا تھا تو فریقین نے موصوف کو متفقہ طور پر ثالث تسلیم کیا۔ [الربیع بن حبیب محدثاً وفقیہا از عمرو بن معود الکاباوی و دیگر مصادرِ اباضیہ]

یہ تو اباضی حضرات کے دعاوی ہیں' لیکن علمائے محققین کی نظر میں یہ دعوے چنداں لائق التفات نہیں' جس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

اولاً: مسند مذکور کا کوئی ایسا مخطوطہ دستیاب نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

ثانیاً: صاحب کتاب الربیع بن حبیب کا امر واقعہ میں کبھی کوئی وجود نہیں رہا بلکہ یہ محض ایک وہمی اور خیالی شخصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم کتب تاریخ و رجال میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ یہ انتہائی حیرت انگیز امر ہے کہ ایک ایسا شخص جو فن حدیث کا امام ہو اور ایک فرقے کا مرکزی قائد ہو لیکن مؤرخین اس کے ◄◄

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● **شمالی افریقہ کے اباضی حکمران:** سلطنت عباسیہ کے زمانے میں درج ذیل اباضی فرمانرواؤں کے نام ملتے ہیں:

◄◄ وجود سے قطعی بے خبر ہوں اور اس کے بارے میں کسی کتاب میں چند سطریں بھی تحریر نہ کی گئی ہوں جس سے اس کا تعارف ممکن ہو سکے۔ فن حدیث کے جلیل القدر عالم علامہ البانیؒ نے بھی الربیع اور اس کی مسند کو مجہول قرار دیا ہے۔ [صفة صلوة النبی ﷺ ص ۸۸ نیز السلسلة الضعیفة: ۱۳/۱۰۵] یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ کتب رجال میں الربیع بن حبیب کے نام سے بعض رجال کا ذکر ملتا ہے لیکن اباضیوں کا الربیع ان سے بہر حال الگ ہے' جیسا کہ ان کے کوائف کی تفاصیل سے واضح ہے۔

ثالثاً: کتاب مذکور کی زیادہ تر احادیث میں الربیع کا شیخ ابو عبیدہ ہے جسے امام جابر کا شاگرد قرار دیا جاتا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ کتب رجال میں اس کا ترجمہ بھی موجود نہیں' گویا یہ بھی ایک ''فرضی'' امام ہے۔

رابعاً: مسند الربیع آج جس ترتیب کے ساتھ مطبوع و متداول ہے وہ ابو یعقوب یوسف بن ابراہیم الوارجلانی کی قائم کردہ ہے۔ بقول اباضیہ مرتب موصوف چھٹی صدی ہجری کا ''محدث شہیر'' ہے لیکن یہ امر باعث تعجب ہے کہ اس زمانے میں لکھی جانے والی کتب تاریخ میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مثلاً التکملة لوفیات النقلة 'سیر اعلام النبلاء یا تاریخ الاسلام وغیرہ کتب جو اسی دور کے رجال و احوال کا احاطہ کرتی ہیں' اس اباضی محدث کے ذکر سے خالی ہیں!! گویا کتاب مذکور سے متعلق تمام شخصیات مجہولیت و گمنامی کے دبیز پردوں میں محجوب و مستور ہیں' جن تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ (واضح رہے کہ اباضی مصنفین کے مطابق الربیع نے کتاب کو ''المسند'' کے طور پر تالیف کیا تھا' بعد ازاں الوارجلانی نے چھٹی صدی ہجری میں اسے فقہی ابواب کے طرز پر مرتب کیا اور اس میں بعض اضافے کر کے چار اجزاء میں تقسیم کیا جو یکجا صورت میں شائع کیے جاتے ہیں۔ پہلے دو اجزاء میں موجود احادیث کو اباضی وہی درجہ دیتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک بخاری و مسلم کی روایات کا ہے۔ کتابِ مذکور کی متعدد شروح تحریر کی گئی ہیں۔ ان میں الشیخ عبداللہ محمد بن عمر بن ابی ستة القصبی (متوفی ۱۰۸۷ھ) اور الشیخ نور الدین ابو محمد عبداللہ بن حمید السالمی (متوفی ۱۳۳۲ھ) کی شروح قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر کا شمار عمان کے مشہور اباضی علماء میں ہوتا تھا اور اسی کی شرح نے زیادہ شہرت پائی ہے۔ استاذ محمد ادریس نے کتاب مذکور کی احادیث تخریج و تحقیق کی ہے اور ان کا دیگر کتب احادیث سے موازنہ کیا ہے۔)

خامساً: اگر کتاب مذکور دوسری صدی ہجری یعنی ۱۷۰ھ کے لگ بھگ موجود ہوتی اور اس کی احادیث معروف ہوتیں تو انہیں انتہائی شہرت حاصل ہوتی' کیونکہ اس کی اسناد عالی ہیں اور علمائے سلف عالی اسناد کے انتہائی شائق تھے۔ ان کے نزدیک راوی کا خارجی ہونا روایت حدیث میں مانع نہیں جیسا کہ عمران بن حطّان کا معاملہ ہے۔ یہ شخص سیدنا علیؓ کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کی مدح کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود علمائے سنت نے اس سے روایت لی ہے۔ چنانچہ الربیع (خواہ خارجی ہی ہو) اگر احادیث بیان کرتا تو یہ خود اور اس کی کتاب معروف ہوتی۔ حتیٰ کہ اگر یہ ضعیف بھی ہوتا تو علماء کم از کم اس کا ضعف ہی بیان کرتے ◄◄

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حارث بن تلید' ابوالخطاب عبدالاعلیٰ بن المسح المعافری' ابوحاتم یعقوب بن حبیب' حاتم الملو وزی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ زیدیہ کے ہاں بھی مسند زید بن علی کے نام سے حدیث کی ایک کتاب مشہور ہے۔ اس کا راوی عمرو بن خالد ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وکیع بن الجراحؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے ماہرین فن نے اس کے کذّاب اور واضع ہونے کی تصریح کی ہے۔ لیکن اس کے برعکس الربیع اور اس کی مسند کا ادنیٰ سا تذکرہ بھی نہیں ملتا' نہ جرح کے اعتبار سے اور نہ تعدیل کے پہلو سے۔

نکتہ زیر بحث کی اہمیت اس اعتبار سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ مسند الربیع میں بعض ایسی احادیث موجود ہیں جو اہل سنت کے نزدیک غریب ہیں اور صرف ایک صحابی ہی سے مروی ہیں۔ مثلاً شہرۂ آفاق حدیث ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ))۔ یہ روایت صرف سیدنا عمرؓ سے منقول ہے (بعض نے اگرچہ سیدنا ابوسعید خدریؓ سے بھی بیان کی ہے جو کہ خطا ہے) لیکن یہی حدیث مسند مذکور میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ اگر واقعتاً ابن عباسؓ نے اسے بیان کیا ہوتا تو علمائے سنت لازماً اسے نقل کرتے یا کم از کم اس پر نقد ہی کرتے جیسا کہ سیدنا ابوسعیدؓ والی روایت پر کیا ہے۔

سادساً: مسند مذکور میں بہت سی موضوع اور بے سروپا روایات ہیں جنہیں کسی طور حدیث رسولؐ باور نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ البانیؒ کے بقول یہ کتاب منکر اور باطل روایات سے بھری پڑی ہے (السلسلة الضعيفة: ۱۰۵/۱۳) مثلاً ''علم حاصل کرو خواہ چھین جانا پڑے''۔ اس روایت کو علمائے حدیث نے موضوع قرار دیا ہے لیکن مسند مذکور میں اسے معتبر ترین سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر یہ سند واقعتاً موجود ہوتی تو علماء بیک زبان اس حدیث کے جھوٹا اور موضوع ہونے کا حکم کیوں لگاتے؟ اسی طرح مسند مذکور میں ایک روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''میرے بعد تم اختلاف کرو گے لہٰذا تمہارے پاس میری جانب سے جو کچھ پہنچے اسے قرآن حکیم پر پیش کرو' اگر وہ اس کے موافق ہو تو میری جانب سے ہے اور اگر مخالف ہو تو وہ میری طرف سے نہیں''۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اکرم ﷺ سے ثابت نہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے اسے خوارج کی گھڑی ہوئی روایت قرار دیا ہے۔ (التمہید ۲/ ۲۳۳)

سابعاً: کتابِ مذکور میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جو خوارج کے مخصوص عقائد کی تائید کرتی ہیں' مثلاً رؤیت باری تعالیٰ کا انکار' مرتکب کبائر کی تکفیر' مسح اور قنوت کا انکار وغیرہ۔ یہ روایات کتاب وسنت کی بے شمار صحیح نصوص سے متعارض ہیں۔

☆ایک شبہ کا ازالہ:

مذکورہ بالا تنقیدی نکات کے جواب میں اباضی حضرات مسند مذکور' اس کے مؤلف اور دیگر رواۃ کی عدم شہرت کی ایک توجیہہ یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ اس زمانے میں اموی اور عباسی حکومتوں نے جبر وتشدد کی پالیسی اپنا رکھی تھی' اس لیے یہ منظر عام پر نہ آ سکے اور چھپ کر اپنے افکار ونظریات پر کاربند رہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس فرقے کے مزعومہ امام جابر بن زیدؒ کا تذکرہ تمام معتبر مصادر میں موجود ہے تو ان کے قریبی شاگردوں اور جانشینوں کا ذکر صفحاتِ تاریخ سے غائب کیوں ہے؟ خصوصاً جبکہ وہ اس جتھے کے قائد اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● احکامِ سلطنت رستمیہ: مغرب میں تاہرت کی رستمی سلطنت پر جو اباضی حکمران یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے' ان کے نام یہ ہیں:

عبدالرحمٰن' عبدالوہاب' افلح' ابوبکر' ابوالیقظان' ابوحاتم۔

☆ معروف اباضی علماء

اباضی فرقے کے معروف علماء میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

● سلمہ بن سعد: اس نے دوسری صدی کے اوائل میں اپنے مذہب کی نشر واشاعت میں خاصی سرگرمی سے کام کیا۔

● ابن مقطیر الجناونی: اس نے علوم وفنون کا اکتساب بصرہ سے کیا۔ پھر مذہب اباضی کی ترویج واشاعت کے لیے اپنے وطن جبل نفوسہ (لیبیا) میں واپس آ گیا۔

● عبدالجبار بن قیس المرادی: یہ حارث بن تلید کے عہد حکومت میں قاضی کے عہدے پر فائز تھا۔

● السمع ابوطالب: اس کا شمار دوسری صدی ہجری کے نصف ثانی کے اباضی علماء میں ہوتا ہے۔ یہ امام عبدالوہاب بن رستم کا وزیر تھا۔ بعدازاں ابن رستم نے اسے لیبیا میں جبل نفوسہ اور اس کے گردونواح کا عامل مقرر کیا۔

● ابوذر اَبان بن وسیم: یہ تیسری صدی ہجری کے نصف اوّل کا اباضی عالم تھا۔ یہ اباضی حاکم افلح بن عبدالوہاب کی جانب سے طرابلس کا عامل تھا۔

☆ افکار وعقائد

اباضی فرقے کے لٹریچر کے مطالعہ سے ان کے جو معتقدات سامنے آتے ہیں' ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

● ان کی کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ یہ صفاتِ باری تعالیٰ کے باب میں تعطیل کے قائل ہیں۔ تأویلِ صفات میں ان کا مسلک معتزلہ کے قریب تر ہے' لیکن ان کا دعویٰ ہے کہ یہ اس سلسلے میں صحیح عقیدے پر ہیں' بایں معنی کہ یہ صفاتِ الٰہیہ کی ایسی مجازی تأویل کرتے ہیں جس سے مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے اور

◀◀ لیڈر بھی تھے!!

☆ حاصل بحث یہ ہے کہ کتاب مذکور اور اس کے مؤلف کا وجود مشکوک ہے۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ یہ مسند محض اپنے مذہب کی تائید وتصدیق کے لیے ایک قدیم شخصیت کی طرف منسوب کر دی گئی ہے' لہٰذا مذکورۃ الصدر دلائل کی روشنی میں اسے قابل اعتبار نہیں گردانا جاسکتا۔ واللہ اعلم!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشبیہ بھی لازم نہیں آتی۔

سچ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حق' اہل السنۃ والجماعۃ ہی کے ساتھ ہے' جو دلیل و برہان کی پیروی کرتے ہیں۔ اہل سنت خدا تعالیٰ کے اسماء و صفات کا اسی طرح اثبات کرتے ہیں جیسے خود رب کریم نے اپنی ذات کے لیے کیا ہے۔ ان کے عقیدے میں تعطیل کا دخل ہے نہ تکییف کا۔ یہ تحریف سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی تمثیل کا ارتکاب کرتے ہیں۔(۶)

- اباضی' آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔
- یہ بعض اُخروی امور میں مجازی تاویل سے کام لیتے ہیں' مثلاً میزان اور پل صراط وغیرہ۔
- انسانی افعال ان کے نزدیک' تخلیق خدا اور انسان کا اکتساب ہیں۔ گویا ان کا نقطۂ نظر قدریہ اور جبریہ کے بین بین ہے۔
- اباضی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات' اس کی ذات سے کوئی زائد شے نہیں' بلکہ یہ عین ذات ہیں۔
- قرآن کریم کے بارے میں ان کا زاویۂ نگاہ دیگر خوارج سے متفق ہے کہ یہ مخلوق ہے۔ علامہ اشعریؒ فرماتے ہیں:

والخوارج جمیعا یقولون بخلق القرآن (مقالات الاسلامیین' ج ۱' ص ۲۰۳)

''تمام خارجی' قرآن شریف کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں''۔

- اباضی مسلک کے مطابق' کبیرہ گناہوں کا مرتکب کافر ہے اور اس کا کفر' کفرِ نعمت یا کفرِ نفاق کہلاتا ہے۔(۷)

---

(۶) تعطیل کے معنی ہیں صفاتِ الٰہیہ کی نفی کرنا' باری تعالیٰ کو صفات سے عاری قرار دینا' یعنی خدا کو ذاتِ مجرد سمجھنا جیسا کہ فلاسفہ کا نقطۂ نگاہ ہے۔ تکییف سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کی جائے' مثلاً یہ کہ وہ عرش پر کس طرح مستوی ہے یا وہ آسمانِ دنیا پر کس طرح نزول فرماتا ہے۔ تحریف تغیر و تبدل کو کہتے ہیں' یعنی نصوصِ شریعت کے الفاظ یا معانی کو بدل دینا۔ مثلاً ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء) میں لفظ اللہ پر پیش کے بجائے زبر پڑھنا۔ یہ تحریف لفظی ہے۔ یا الفاظ کے حقیقی معانی چھوڑ کر خود ساختہ مفہوم لینا' جیسے غضب کا مطلب ارادۂ انتقام بیان کرنا۔ اسے تحریف معنوی کہا جاتا ہے۔ تمثیل یہ ہے کہ خدا کی ذات یا صفات کو مخلوق کے مماثل سمجھا جائے۔ یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کا سننا' دیکھنا' بولنا وغیرہ انسانوں جیسا ہے۔

(۷) 'کفرِ نعمت' سے مراد ان کے ہاں 'کفر دون کفر' ہے اور اس کے مقابلہ میں 'کفر اکبر' کے لیے یہ 'کفرِ ملت' کا لفظ بولتے ہیں۔ ایسے ہی 'کفرِ نفاق' سے بھی 'کفر اصغر' مراد ہے جبکہ کفر اکبر کے لیے ان کے نزدیک 'کفرِ شرک' کی اصطلاح رائج ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● اباضیوں کی نظر میں لوگوں کی تین اقسام ہیں:

۱) مؤمن‘ جو کامل الایمان ہیں۔

۲) مشرک‘ جو اپنے شرک میں بالکل واضح ہیں۔

۳) تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے کلمۂ توحید کا اعلان اور اسلام کا اقرار کیا‘ لیکن اپنے کردار وطرزِ عمل اور عبادت میں اس پر پابندی سے کاربند نہیں رہے۔ چنانچہ یہ لوگ مشرک نہیں‘ کہ توحید کے اقراری ہیں۔ لیکن یہ مؤمن بھی نہیں کہ ایمان کے مقتضیات کے پابند نہیں۔ پس توحید کے اقرار کی بناء پر احکامِ دنیا میں یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور احکامِ آخرت میں یہ مشرکوں کے ساتھ ہوں گے‘ کیونکہ انہوں نے ایمان کا حق ادا نہیں کیا اور ان امور کی مخالفت کی ہے جنہیں اپنانے یا ترک کرنے کا کلمۂ توحید متقاضی تھا۔

● متاخرین اباضیہ کے نزدیک دار اور اس کے حکم کی متعدد صورتیں ہیں‘ لیکن وہ اس امر میں اپنے متقدمین سے متفق ہیں کہ ان کے مخالفین دیگر مسلمانوں کی سرزمین دارِ توحید ہے‘ مگر معسکرات (فوجی چھاؤنیاں رلشکر گاہیں) اس سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ ان کی نظر میں ’دارِ بغی‘ ہیں۔

● اہل قبلہ میں سے اپنے مخالفین کے بارے میں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ کافر تو ہیں لیکن مشرک نہیں۔ ان سے شادی بیاہ جائز اور باہمی وراثت حلال ہے۔ اسی طرح یہ لوگ جنگ کے بعد اپنے مخالفین کے اسلحہ‘ گھوڑوں اور ان تمام چیزوں کو جن سے جنگ وحرب میں کام لیا جاتا ہے‘ اموالِ غنیمت میں شمار کرتے ہیں یعنی ان کا لینا جائز ہے لیکن ان کے علاوہ دیگر اشیاء کو لوٹنا حرام ہے۔

● اباضی‘ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنی معصیت پر مصر رہنے کی صورت میں جنت کا حق دار نہیں اِلا کہ وہ اس سے توبہ کرے‘ کیونکہ خدا تعالیٰ کبیرہ گناہ کرنے والے کو معاف نہیں فرماتا‘ سوائے اس صورت میں کہ وہ موت سے قبل توبہ کر لے۔

● کبیرہ گناہ کے مرتکب پر اباضی لفظ کافر کا اطلاق تو کرتے ہیں لیکن اسے کفر نعمت یا کفر نفاق سے متصف قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ایسا کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے۔ اس کے برعکس اہل سنت والجماعت اسے عصیان یا فسق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اہل سنت کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ جو شخص اسی حالت میں وفات پا جائے‘ اس کا معاملہ مشیت الٰہی کے سپرد ہے کہ چاہے تو باری تعالیٰ اسے اپنے لطف و کرم سے بخش دے اور چاہے تو اسے اپنے عدل وانصاف کی بنا پر عذاب دے‘ تا آنکہ وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر جنت میں داخلے کا مستحق ہو سکے۔ لیکن اباضی فرقے کے پیروکاروں کے نزدیک گناہگار دائمی جہنمی ہے۔ اس طرح وہ بقیہ خوارج اور معتزلہ سے متفق ہو جاتے ہیں‘ جو فاسق وعاصی کے ابدی دوزخی ہونے کے قائل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● یہ لوگ گناہگار موحدین کے لیے شفاعت کے منکر ہیں‘ کیونکہ وہ ان کے عقیدے کے مطابق ہمیشہ ہمیش جہنم ہی میں رہیں گے اور انہیں کوئی ایسی شفاعت حاصل نہ ہو گی جس سے وہ دوزخ سے چھٹکارا پاسکیں۔

● اباضی‘ امام (حکمران) کے لیے قرشیت کی شرط کی نفی کرتے ہیں کہ ہر مسلمان اس کا اہل ہے بشرطیکہ اس میں مطلوبہ اوصاف موجود ہوں۔ ایسا امام جو اپنے فرائض اور شرعی ذمہ داریوں سے منحرف ہوجائے اسے معزول کر کے کسی دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر دینا چاہیے۔

● اباضیوں میں سے بعض لوگ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان‘ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو سخت جرح وتنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

● ان کے مذہب میں وصیت کے ذریعے امامت کا انعقاد باطل ہے۔ امام کا انتخاب محض بیعت ہی کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ مختلف علاقوں میں ایک سے زائد امام بھی ہوسکتے ہیں۔

یہ ظالم حکمران کے خلاف خُروج کو فرض قرار دیتے ہیں نہ ممنوع‘ بلکہ اسے درجہ جواز پر رکھتے ہیں۔ جب حالات سازگار ہوں اور نقصان کا اندیشہ کم ہو تو یہ جواز وجوب کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ لیکن جب حالات موافق نہ ہوں‘ متوقع نقصان زیادہ ہو اور نتائج بھی زیادہ مثبت نظر نہ آرہے ہوں تو پھر خروج و بغاوت کا جھکاؤ جواز سے زیادہ ممانعت کی طرف ہو جاتا ہے۔ بہر حال خروج کسی بھی صورت میں ممنوع نہیں اور جب تک ظالم حکمران مسلط ہو تو الشراء (یعنی اپنے عقیدے کو چھپالینا) ہی بہتر ہے۔

● اکثر فقہی مذاہب کے برخلاف اباضی نقطۂ نظر کے مطابق دادا‘ نانی کی نسبت حضانت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دادا کی موجودگی میں میت کے بھائی وراثت سے محروم ہوں گے جبکہ بعض دوسرے مسالک کے نزدیک بھائی بھی دادا کے ساتھ شریکِ میراث ہوں گے۔

● فرقہ اباضیہ کے متبعین کا خیال ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے جنت کی بھلائی اور اس سے متعلقہ امور کی دعا نہیں کرسکتا اِلا یہ کہ وہ (دوسرا) شخص دین پر کامل طریقے سے عمل پیرا ہو اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری سے ولایت الٰہی کا مستحق ہو۔ البتہ دُنیوی بھلائیوں یا ایسے اُمور کی دعا جن سے انسان اُخروی کامیابی کا حقدار بن سکے‘ یہ ہر مسلمان کے لیے جائز ہے خواہ پرہیزگار ہو یا خطا کار۔

● **حلقة العزابة** کے نام سے انہوں نے ایک نظام تشکیل دے رکھا ہے جو دراصل علم وصلاحیت میں ممتاز ترین افراد پر مشتمل ایک ڈھانچہ ہوتا ہے۔ ان افراد کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ یہ اباضی معاشرے کے دینی‘ تعلیمی‘ اجتماعی اور سیاسی امور کی مکمل نگرانی کرتے ہیں۔ غلبہ وتسلط کے زمانے میں یہ لوگ مجلس شوریٰ کی صورت میں کام کرتے ہیں اور ظلم وجبر یا ضعف ومغلوبیت کے دور میں جبکہ اپنے عقائد کا اخفاء ہی مناسب ہوتا ہے‘ یہ افراد ایک حکمران کی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● اباضیوں کے ہاں 'ایروان' نامی ایک تنظیم بھی کام کرتی ہے جو مجلس مشاورت کے طور پر 'العزابة' کی معاونت کرتی ہے اور یہ اس کے بعد دوسری بڑی قوت شمار ہوتی ہے۔ یہ لوگ زکوٰۃ کی وصولی اور اسے فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے کمیٹیاں تشکیل دیتے ہیں جو اس کام کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو زکوٰۃ یا صدقہ وخیرات مانگنے یا کسی بھی طرح دست سوال دراز کرنے سے سختی سے روکتی ہیں۔

● فرقہ اباضیہ سے مزید کئی فرقوں نے جنم لیا جو مرورِ زمانہ سے مٹ کر محض اوراقِ کتب میں محدود ہو کر رہ گئے۔ ان کے نام یہ ہیں:

...... الحفصية : یہ حفص بن ابی المقدام کے پیروکار تھے۔

...... الحارثية : ان کی نسبت الحارث الاباضی کی طرف کی جاتی ہے۔

...... اليزيدية : یہ فرقہ یزید بن ابیسہ سے منسوب ہے۔ اس بدبخت کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب عجم میں ایک رسول بھیجے گا اور اس پر آسمان سے کتاب نازل فرمائے گا' لہٰذا وہ شریعت محمد ﷺ کو منسوخ کر دے گا۔

لیکن تمام اباضیوں نے ان سے اظہارِ براءت کیا اور ان کے حد سے تجاوز کرنے پر انہیں کافر قرار دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ لوگ اصل اباضی مسلک سے بہت دور چلے گئے ہیں جو کہ آج تک چلا آ رہا ہے۔

☆ اباضی فکر وعقیدہ کی اساسات

● اباضی' قرآن وسنت (مسند الربیع بن حبیب) رائے اور اجماع کو قابل اعتماد گردانتے ہیں۔

● یہ اہل ظاہر کے زاویۂ نگاہ سے متاثر ہیں کہ بعض دینی نصوص کی بالکل لفظی اور ظاہری تفسیر کرتے ہیں۔

● خلق قرآن کے باب میں یہ معتزلہ سے متاثر ہیں۔

● ان میں سے بعض علماء فقہی مسائل پر بحث کرتے ہوئے احناف' مالکیہ' شافعیہ اور حنابلہ کی آراء کو بھی بلاحیل وحجت قابل استناد قرار دیتے ہیں۔

● کتاب 'النیل وشفاء العلیل' ان کے اہم مراجع میں شمار ہوتی ہے' جس کی شرح الشیخ محمد بن یوسف اطفیش (متوفی ۱۳۳۲ھ) نے کی ہے' یہ اباضی فقہ اور عقائد کا مجموعہ ہے۔

☆ اباضی مذہب کی ترویج واشاعت / حلقۂ اثر

● اباضیوں کا رعب ودبدبہ اور اثر ونفوذ جزیرۂ عرب کے دونوں جنوبی کناروں میں تھا' حتیٰ کہ یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تک جا پہنچے۔ شمالی افریقہ میں ان کا مذہب بربر کے درمیان پھیلا۔ ''الدولة الرستمیه'' کے نام سے ان کی ایک مستقل سلطنت تھی' جس کا دار الحکومت 'تاھرت'' تھا۔

● شمالی افریقہ پر ان کی مسلسل اور مستقل حکومت تقریباً ایک سو تیس برس قائم رہی تا آنکہ فاطمیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(عبیدیوں) نے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

● عمان میں بھی ان کی مستقل سلطنت قائم ہوئی' جس پر آج تک اباضی فرماں روا حکومت کر رہے ہیں۔

● ان کا ایک اہم تاریخی مقام' جبل نفوسہ ہے جو لیبیا میں واقع ہے۔ اسے ان کے ہیڈ کوارٹر یا قلعہ کی حیثیت حاصل تھی کہ یہیں سے اباضی مذہب کی نشر و اشاعت ہوتی تھی۔

● دورِ حاضر میں بھی اباضی مسلک کے پیروکار دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہیں' ان کی غالب تعداد عمان میں ہے۔ علاوہ ازیں لیبیا' تیونس' الجزائر اور زنجبار (تنزانیہ) میں بھی اس فرقے کے ماننے والے سکونت پذیر ہیں۔

اباضیہ کے بارے میں خود انہی کی زبانی جاننے کے لیے وزٹ کریں www.istiqama.net

❁❁❁

بقیہ: حرفِ اوّل

(۱) سوات و وزیرستان میں فوجی آپریشن فی الفور بند کیا جائے اور گفت و شنید کے ذریعے صلح کی کوششیں کی جائیں۔ اب تو حکومت کے بقول سوات میں اس کی رٹ بھی قائم ہو چکی ہے' لہٰذا اسے سنجیدہ طور پر اس کا مظاہرہ کرنا چاہیے' ورنہ سوات آپریشن سے متاثر ہزاروں نوجوان انتقامی جذبے کے تحت مسلح کارروائیوں کی تحریک کا حصہ بن سکتے ہیں۔

(۲) لال مسجد کے واقعے کے ذمہ داران کو عدالتی کارروائی کے ذریعے قرار واقعی سزا دی جائے۔

(۳) امریکہ کی حمایت فی الفور بند کرتے ہوئے غیر جانبدار ممالک کی پالیسی کو اختیار کیا جائے اور پاکستانی علاقوں میں ڈرون حملوں کو کسی صورت برداشت نہ کیا جائے۔

(۴) بریلوی' دیوبندی اور اہل حدیث علماء کو اعتماد میں لیا جائے اور ان کے ذریعے پاکستان کی جہادی تحریکوں کو پرامن نفاذِ اسلام کی راہ پر گامزن کیا جائے۔

(۵) شریعت اسلامیہ کے حقیقی نفاذ کی طرف قرار واقعی پیش رفت کی جائے۔

نظر یہ آ رہا ہے کہ انتقام کی اس آگ کو اب کوئی شرعی دلیل ٹھنڈا نہیں کر سکتی۔ یہ آگ بھڑک اٹھی ہے اور ہمارے اپنے ہی گھر' ملک' قوم و ملت کا احاطہ کر رہی ہے۔ یہ آگ پھیل رہی ہے اور بدقسمتی سے اصحابِ اقتدار آپریشن و ریاستی جبر کے راستے اس آگ کو مزید ایندھن فراہم کر رہے ہیں۔ ہم نے بنگلہ دیش میں بھی بزور بازو اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی تھی جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کا حل وہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ حکومت اگر ملک و ملت اور عوام کی بھلائی چاہتی ہے تو اسے اپنے رب کے حضور فرمانبرداری کا سجدہ کرنا ہوگا۔ اصحابِ اقتدار کو اگر واقعتاً امن و امان قائم کرنا ہے تو انہیں عدل و انصاف کے سامنے جھکنا پڑے گا' کیونکہ بعض اوقات رفعت' تواضع ہی سے ملتی ہے۔ ○○

© rasailojaraid.com